Paper – III 2nd Year

سوال۔ صنف مثنوی کی تعریف کیجیے اور اس کے اجزائے ترکیبی کا جائزہ لیجیے۔

جواب۔ مثنوی عربی لفظ ''ثنا'' سے نکلا ہے۔ جس کے معنی دو کے ہیں۔ عربی میں ''ثنا'' ان چار دانتوں کو کہتے ہیں جو دو اوپر کے اور دو نیچے کے دوسرے دانتوں سے بڑے ہوتے ہیں۔ اس طرح ''ثنا'' کے معنی دو دو علاحدہ کرنا ہے۔
اس لحاظ سے کہ مثنوی کے ہر شعر میں دو مصرعوں کے قافیے الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس صنف شاعری کو مثنوی کا نام دیا گیا، اس لئے مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔

مثنوی اس طویل نظم کو کہتے ہیں جس میں کوئی قصہ یا کوئی واقعہ تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔ مثنوی میں لمبی لمبی بات کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ غزل کا شعر کم وقت میں کہا جا سکتا ہے لیکن مثنوی کا معاملہ مختلف ہے، اس کو کم وقت میں نہیں کہا جا سکتا ہے کیوں کہ اس میں داستان کو نظم کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ مثنوی لکھنے والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ قلم اٹھانے سے پہلے مکمل مثنوی کا خاکہ ذہن میں تیار کر لیا جائے۔ اس کے بعد مستقل مزاجی کے ساتھ اسے تکمیل کو پہنچایا جائے۔ واقعات کی ترتیب و تعمیر ایسی ہو کہ قصہ مربوط رہے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں مثنوی ایک اہم صنف سخن ہے۔ اس میں جن، پری، دیو، بھوت کے قصے اور مافوق الفطرت عناصر سے لے کر عام انسانوں کے حسن و عشق کی وارداتوں، خوشیوں اور غموں، شادی اور موت کی رسموں، اخلاقی قصوں، تصوف کے مسئلوں اور مذہبی تعلیم کا بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں غزل کی سادگی، سوز و گداز، قصیدے کا جوش و خروش، ہجو کی ظرافت نگاری، مرثیہ کا نوحہ و غم، سب ہی کچھ ہوتے ہیں۔ مثنوی میں سیاسی، سماجی و حالات، معاشرتی رسم و رواج، رہن سہن کے طریقے، لباس و زیورات وغیرہ کا بیان کیا جاتا ہے۔ مثنوی کو حالی نے اردو شاعری کی سب سے زیادہ کارآمد صنف قرار دیا ہے۔ کلیم الدین احمد نے بھی اصلاً شاعری کے لئے مثنوی کی اہمیت تسلیم کی ہے۔

اردو کی پہلی مثنوی فخر دین نظامی کی ''کدم راؤ پدم راؤ'' ہے۔ دکن کے ابتدائی زمانے سے سترہویں صدی کے اواخر میں ولی کے ابھرنے سے پہلے اردو کی سب سے معتبر صنف مثنوی تھی۔ ''قطب مشتری'' (ملا وجہی) ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' (غواصی) ''پھول بن'' (ابن نشاطی) ''گلشن عشق'' اور ''علی نامہ'' (نصرتی) جیسی

Scanned with CamScanner

مثنوی نہ صرف دکن کی نمائندہ مثنویاں ہیں بلکہ انہیں اردو ادب کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔
اٹھارہویں صدی میں میر کی مختصر مثنویوں کے علاوہ میر اثر کی مثنوی ''خواب وخیال'' دلی کی یادگار مثنویاں ہیں، لیکن دکن کے بعد مثنویوں کا دوسری بار عروج ارض لکھنؤ پر ہوتا ہے، جہاں ''سحر البیان'' (میر حسن) ''گلزار نسیم'' (دیا شنکر نسیم) ''زہر عشق'' (مرزا شوق لکھنوی) جیسی مثنویاں لکھی گئیں۔

مثنوی کے اجزائے ترکیبی میں قصہ گوئی کے تمام اجزا پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی تشکیل میں باقاعدہ ایک خاص ترتیب کو برتا جاتا ہے۔ مثنوی کی شروعات حمد پاک سے کی جاتی ہے۔ شاعر سب سے پہلے اللہ کی تعریف کرتا ہے اور اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے، اللہ کو سب سے بڑا اور سارے جہاں کا مالک مانتا ہے اور اس کی بزرگ و برتر ہونے کی تعریف کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بعد رسول ﷺ کی شان میں نعت پیش کرتا ہے۔ نعت میں اللہ کے آخری رسول ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور آپ ؐ کو سارے نبیوں کا سردار مانتا ہے۔

اس کے بعد اولیا اللہ کے تعریف میں منقبت اور مناجات لکھی جاتی ہیں، اور اس کے بعد مدح فرماروائے وقت کے عنوان سے اپنے زمانے کے بادشاہ یا وزیر یا رئیس کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ بعد میں شاعر کبھی کبھی تعریف سخن کا حسن بھی شامل کرتا ہے۔ جس میں وہ ''سخن'' کی اہمیت اور اپنی فنکاری کی مدح وتوصیف کرتا ہے۔ کبھی کبھی مثنوی قلم بند کرنے کے مقصد پر بھی ''سبب تصنیف'' کے عنوان سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

یہ تمام حصے درحقیقت تمہید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

چونکہ مثنوی میں داستان کو نظم کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے اور داستان میں قصہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے مثنوی میں وہ تمام اجزا پائے جاتے ہیں جو قصہ میں ہوتے ہیں جیسے پلاٹ نگاری، کردار نگاری، مکالمہ نگاری، منظر نگاری، جذبات نگاری وغیرہ۔

پلاٹ نگاری:- کسی بھی کہانی میں واقعات کی ترتیب کو پلاٹ کہا جاتا ہے۔ مثنوی کے قصے میں بھی پلاٹ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ مثنویوں کے پلاٹ سادہ ہوتے ہیں اور قصہ ابتدا اور ارتقا کی منزلوں سے گزرتا ہوا اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔

کردار نگاری:- کردار نگاری مثنوی کا اہم حصہ ہے۔ اردو مثنوی کے قصوں میں عام طور پر بادشاہ، شہزادہ، شہزادی، وزیرزادے، مامائیں، کنیزیں، جادوگر، نجومی اور دیو جن اور پری جیسے کردار ملتے ہیں۔ قدیم مثنویوں میں

Scanned with CamScanner

فوق الفطری ہستیوں کو بھی بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

فوق الفطری کردار مختلف حیوانی یا انسانی شکلیں اختیار کر کے انسان سے اپنی من مانی کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔ایک شکل سے دوسری شکل میں تبدیل ہو جانے کی قدرت بھی ان میں پائی جاتی ہے۔

جذبات نگاری:۔مثنوی نگار کرداروں کے جذبات کی تمام باریکیوں کو اپنے پیش نظر رکھتا ہے، جب وہ کرداروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو صداقت اور حقیقت پسندی سے کام لے کر کرداروں کے حسب مراتب ان کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔قدیم اردو کی مثنویاں غواصی کی ''مینا ستونتی'' نصرتی کی ''گلشن عشق'' میں پھر میر حسن کی ''سحر البیان'' میں اور میر کی ''دریائے عشق'' وغیرہ میں جذبات نگاری کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔

مکالمہ نگاری:۔مکالمہ نگاری داستانوی مثنویوں کی کامیابی کا ایک اہم پہلو ہے۔یہ جزو دوسری اصناف سے کہیں زیادہ مثنوی میں اپنا اثر دکھاتا ہے، کیوں کہ یہاں نظم کا پیمانہ نثر کے مقابلے میں نہایت محدود اور نپا تلا ہوتا ہے۔بہترین مکالمہ نگاری کی مثالیں کئی مثنوی میں ملتی ہیں خصوصاً ''گلزار نسیم'' کو اس سلسلے میں بیحد مقبولیت حاصل ہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

پوچھا اے آدم پری رو
انسان ہے پری ہے کون ہے تو
کیا نام ہے اور وطن کدھر ہے
ہے کون سا گل؟ چمن کدھر ہے
دی اس نے دعا کہا با صد سوز
فرخ ہوں شہا! میں ابن فیروز

منظر نگاری:۔کسی قدرتی منظر یا واقعہ کے خارجی ماحول اور مادی عناصر کی آئینہ داری کو منظر کشی کہا جاتا ہے۔ داستانوی مثنوی کے علاوہ راست طور پر لکھی جانے والی مثنویوں میں بھی منظر نگاری کے انتہائی کامیاب نمونے مل جاتے ہیں۔

صنف مثنوی میں اشعار کی تعداد پر کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔مثنوی دس اشعار کی بھی ہوسکتی ہے اور دس ہزار اشعار کی بھی ہوسکتی ہے۔رستمی کی مثنوی ''خاور نامہ'' جو بیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے یہ اردو کی سب سے زیادہ طویل مثنوی ہے۔

Scanned with CamScanner

مثنوی میں شاعر اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق کسی بھی موضوع کو اپنا سکتا ہے۔ وہ قصیدہ گو کی طرح کسی کی تعریف بیان کر سکتا ہے۔ مرثیہ نگار کی طرح کسی کی موت پر رنج وغم کا اظہار کر سکتا ہے۔ غزل گو کی طرح عشقیہ فضا پیدا کر سکتا ہے، اخلاق یا اصلاح کی باتیں پیش کر سکتا ہے، تصوف یا مذہب پر اظہار خیال کر سکتا ہے، کسی جنگ کا نقشہ قلم بند کر سکتا ہے یا کسی تقریب کی روداد بھی کر سکتا ہے۔

***

Scanned with CamScanner